قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 16 جولائی 2020ء | 24 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 169

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مَنۡ قَرَأَ الۡاٰیَتَیۡنِ مِنۡ آخِرِ سُوۡرَۃِ الۡبَقَرَۃِ فِیۡ لَیۡلَۃٍ کَفَتَاہُ اَیۡ اَغۡنَتَاہُ عَنۡ قِیَامِ الَّلِیۡلِ۔

(لسان العرب زیر مادہ کفی)

جس نے رات کے وقت سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں تو وہ اس کے لئے کافی ہوں گی یعنی وہ دونوں آیات رات کے قیام سے اسے مستغنی کر دیں گی۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

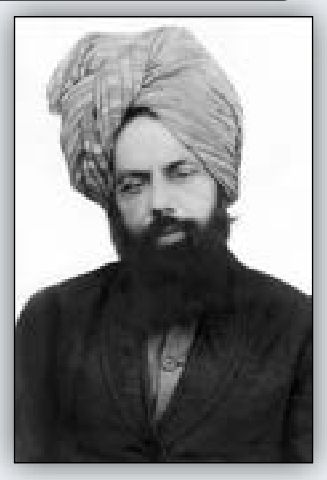

جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں۔ کیونکہ اَلۡاِسۡتِقَامَۃُ فَوۡقَ الۡکَرَامَۃِ مشہور ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ اگر کوئی ان پر سختی کرے تو حتی الوسع اُس کا جواب نرمی اور ملاطفت سے دیں۔ تشدّد اور جبر کی ضرورت انتقامی طور پر بھی نہ پڑنے دیں۔ انسان میں نفس بھی ہے اور اُس کی تین قسم ہیں: امّارہ، لوّامہ، مطمئنّہ۔ امّارہ کی حالت میں انسان جذبات اور بے جا جوشوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ اور اندازہ سے نکل جاتا اور اخلاقی حالت سے گِر جاتا ہے۔ مگر حالت لوّامہ میں سنبھال لیتا ہے۔ مجھے ایک حکایت یاد آئی جو سعدی نے بوستاں میں لکھی ہے کہ ایک بُزرگ کو کُتّے نے کاٹا۔ گھر آیا تو گھر والوں نے دیکھا کہ اُسے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔ ایک بھولی بھالی چھوٹی لڑکی بھی تھی۔ وہ بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اُس نے جواب دیا۔ بیٹی۔ اِنسان سے کُتپن نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کُتپن کی مِثال صادق آئے گی۔ خدا کے مقرّبوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بُری طرح ستایا گیا۔ مگر اُن کو اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجَاہِلِیۡنَ (الاعراف: 200) کا ہی خطاب ہوا۔ خود اُس انسان کامِل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو بہت بُری تکلیفیں دی گئیں۔ اور گالیاں، بد زبانی اور شوخیاں کی گئیں۔ مگر اس خُلقِ مجسّم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کِیا۔ اُن کے لئے دُعا کی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عِزّت اور جان کو ہم صحیح سلامت رکھیں گے۔ اور یہ بازاری آدمی اُس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضُور کے مخالف آپ کی عزّت پر حَرف نہ لا سکے۔ اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں میں گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 102-103 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ارشاد باری تعالیٰ

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ

(البقرہ: 287)

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور اس کا رحم اور بخشش مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو پھر ایمان میں یہ ترقی ہوتی ہے جو کافی ہوتی ہے اور عبادات اور نیک اعمال کی طرف پھر توجہ پیدا ہو گی۔ ورنہ اگر یہ خیال ہو کہ صرف آیات پڑھ لینا کافی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمانے کے بعد کہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا پھر یہ کیوں کہا کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ۔ یعنی انسان اگر اچھا کام کرے گا تو اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

صرف آیت کے یا ان آیات کے الفاظ دوہرا لینے سے تو مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ یہاں توجہ اس طرف کروائی کہ اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھنی پڑے گی اور جب یہ توجہ ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی اپنے بندے پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کی ایمان میں ترقی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہی ہو گی اور اس کی بخشش کا سامان کرے گی نہ کہ پھر جس طرح عیسائی کہتے ہیں اس کو کسی کفارے کی ضرورت ہو گی۔ پس روزانہ پھر جس طرح یہ آیت پڑھنے سے نیکیوں کے کمانے کی طرف توجہ رہے گی۔

بقیہ صفحہ 2 پر

اس شمارہ میں

- تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو (منظوم)
- تعارف سورۃ النحل اور سورۂ بنی اسرائیل
- مسیلمہ کذاب اور دیگر مرتدین کا عبرتناک انجام
- مغربی معاشرہ میں اسلامی اقدار کا احیاء (حصہ دوم)

دربارِ خلافت

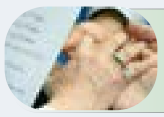

سلام کو رواج دینے کے فوائد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس اللہ تعالیٰ کی سلامتی حاصل کرنے کے لئے اللہ اور رسول ﷺ نے یہی راستہ بتایا ہے کہ سلام کو رواج دو۔ اس سے آپس میں دلوں کی کدورتیں بھی دور ہوں گی، محبت بھی بڑھے گی، عفو اور درگزر کی عادت بھی پیدا ہو گی اور پھر اس سے معاشرے میں ایک پیار اور محبت کی فضا پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک بڑا اہم حکم ہے جس سے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جائے گی۔‘‘

ناراضگی کو طول نہ دیں

’’عام طور پر جماعت میں بھی بعض دفعہ آپس میں لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں، جھگڑے ہوتے ہیں جو بعض دفعہ اتنا طول کھینچ لیتے ہیں کہ انتہا کو پہنچ جاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں بھی ایک جگہ اسی طرح آپس میں دو خاندانوں کی لڑائی ہوئی اور اس حد تک بڑھ گئی کہ جماعت کی بدنامی کا باعث بنی جس کی وجہ سے دونوں فریقوں کو جماعت سے اخراج کی سزا دینی پڑی۔ خیر اس کے بعد معافی کے لئے لوگ لکھتے ہیں لکھتے رہے، ایک نے لکھا کہ مَیں نے جب اس بات کو ختم کرنے کے لئے، جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے جا کر (بیت الذکر) میں ہی دوسرے فریق کو سلام کیا تو اس نے کہا بھول جاؤ اس بات کو، ابھی چھ مہینے سال تک مَیں تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کر سکتا، نہ سلام ہو سکتا ہے، نہ ہماری صلح ہو سکتی ہے۔ تو ایسے موقعے جماعت میں بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ امام الزمان کو مان کر بھی، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعووں پر ایمان لانے کے بعد بھی اُن شرائط بیعت کو ماننے کے بعد بھی کہ حقوق العباد کی ادائیگی کریں گے پھر ہم اس قسم کی حرکتیں کر رہے ہوں۔ نظام جماعت سے اخراج کی سزا خلیفہ وقت کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ تو جہاں یہ نفرتیں، کینے، لڑائیاں بعض لوگوں کو جو اس قسم کے معاملات میں ملوث ہوتے ہیں جماعت سے علیحدہ کرتے ہیں، وہاں یہ سزا دینے کی وجہ سے خلیفۂ وقت کے لئے بھی تکلیف کا باعث بن رہے ہوتے ہیں اور پھر وہ سب سے بڑھ کر اپنے خدا کی ناراضگی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔ تو خدا تو اَلسَّلَام ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لیکن اپنی حرکتوں کی وجہ سے بندہ پھر اس کی ناراضگی کا مورد بن رہا ہوتا ہے۔ پس اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بندہ خود ہے جو اپنی ذات پر اس قسم کی حرکتیں کر کے ظلم کر رہا ہوتا ہے۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل یکم جون تا 7/ جون 2007ء۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ مئی 2007ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو مَیں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2009ء)

تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو

تم اصل ہو یا خواب ہو تم کون ہو
تم مہر ہو مہتاب ہو تم کون ہو

جو آنکھ بھی دیکھے تمہیں سرسبز ہو
تم اس قدر شاداب ہو تم کون ہو

تم لب بہ لب، تم دل بہ دل، تم جاں بہ جاں
اک نشہ ہو اک خواب ہو تم کون ہو

جو دست رحمت نے مرے دل پر لکھا
تم عشق کا وہ باب ہو تم کون ہو

میں ہر گھڑی اک پیاس کا صحرا نیا
تم تازہ تر اک آب ہو تم کون ہو

میں کون ہوں وہ جس سے ملنے کے لیے
تم اس قدر بے تاب ہو تم کون ہو

میں تو ابھی برسا نہیں دو بوند بھی
تم روح تک سیراب ہو تم کون ہو

یہ موسم کمیابی گُل کل بھی تھا
تم آج بھی نایاب ہو تم کون ہو

چھوتے ہو دل کچھ اس طرح جیسے صدا
اک ساز پر مضراب ہو تم کون ہو

دل کی خبر دنیا کو ہے تم کو نہیں
کیسے مرے احباب ہو تم کون ہو

وہ گھر ہوں میں جس کے نہیں دیوار و در
اس گھر کا تم اسباب ہو تم کون ہو

اے چاہنے والے مجھے اس عہد میں
میرا بہت آداب ہو تم کون ہو

(عبید اللہ علیم)

تعارف سورۃ النحل (سولہویں سورہ)

(مکی سورہ، تسمیہ سمیت اس سورہ کی 129 آیات ہیں)

اردو ترجمہ از ترجمہ قرآن انگریزی (حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس کے نزدیک آیات 96، 97 اور 98 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ پروفیسر نولڈ لکے کا خیال ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ماسوائے آیات 44، 121، 120، 112، اور 126 کے۔ اس سورۃ کے آغاز میں حروف مقطعات نہ ہیں جیسا کہ کسی سورۃ کے مضامین اس سورۃ کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات کی تفصیل اور وضاحت ہوتے ہیں۔ تاہم اگر کسی سورۃ کے آغاز میں یہ مقطعات نہ ہوں تو وہ اپنی سابقہ سورۃ کے حروف مقطعات کا تسلسل ہی شمار ہوتی ہے۔ اس لئے اس سورۃ (النحل) کے مضامین کو بھی اس کی سابقہ سورۃ (الحجر) کے مضامین کا تسلسل سمجھنا چاہیئے۔ جس کا آغاز حروف مقطعات الر سے ہوا ہے۔ صرف اندازِ بیان اور مضمون کی ترتیب میں کچھ فرق ہے۔

مضامین کا خلاصہ

نہایت موزوں طور پر اس سورۃ کا عنوان النحل رکھا گیا ہے (یعنی شہد کی مکھی)۔ کیونکہ اس مکھی کی فطرت کو قرآن کریم میں وحی کی طرف منسوب کیا گیا ہے (16:69)۔ اس سے اس حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے کہ سارا کارخانہ قدرت کامیابی اور پرسکون طریق پر کام کرنے کے لئے وحی کا محتاج ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا چھپی ہوئی، بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ یہ (وحی کا) مضمون اس سورۃ کا اہم ترین موضوع اور مرکزی خیال ہے۔

مزید براں جہاد کے مضمون کو یہاں ایک اہم مضمون کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تعلیمِ جہاد کے بارے میں ہر طرف سے حملے ہونے تھے یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ شہد کی طرح جس کی حفاظت شہد کی مکھی ہر ناگہانی آفت سے خداداد ڈنگ کی مدد سے کرتی ہے۔ ویسے ہی قرآن کریم جو روحانی شہد کا مخزن ہے اس کی حفاظت مسلمانوں کی قوت کے ذریعہ کی جائے گی۔ پھر مومنوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کے عزیز و اقارب (جہاد کی صورت میں) قرآن کریم کو قبول کر لیں تو پہلے انہیں اپنے دل صاف کرنے ہوں گے کیونکہ دلوں کی صفائی کے بغیر خدا کو پہچانا نہیں جا سکتا۔ خدا کسی سے زبردستی سچائی قبول نہیں کرواتا کیونکہ جبر و اکراہ کے استعمال سے مذہب کا حقیقی مقصد رائیگاں چلا جاتا ہے۔

بعد ازاں اس سورۃ میں حیاۃ بعد الموت کی بحث کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس دنیا میں بھی قومیں دوبارہ جی اٹھتی ہیں اور انہیں ایک نئی زندگی دی جاتی ہے اور ان کی ہجرت سے یہ احیاء نو شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے صحابہ کی روحانی ترقی کے لئے ضروری تھا اور یوں (ہجرت سے) وہ کفار سے الگ ہوکر باہم ہم آہنگی کے ماحول میں اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں گے۔ اس (مضمون) سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اگر مومنوں کے لئے اس دنیا میں ضروری ہے کہ وہ ہجرت کریں تو کسی انسان کی ہمیشہ کی روحانی ترقی کے لئے یہ کس قدر ضروری ہے کہ وہ ایک روحانی ہجرت کرے جس کا دوسرا نام موت ہے۔

اس (روحانی) ہجرت کے بعد مومن اور کافر دو الگ الگ راستوں پر چلتے ہیں، کفار جہنم میں جاتے ہیں اور مومن خدا کی رضا کی تمازت سے اعلیٰ خدائی انعامات کے وارث ہوں گے۔ پھر اس مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد یہ عظیم الشان نتائج نکلیں گے پھر اس سورۃ میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ کیوں کفار کو ڈھیل دی جاتی ہے اور کیوں انہیں زبردستی سچائی کو تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ پھر اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں تو آپ ﷺ کی تعلیمات سابقہ انبیاء سے متضاد کیوں ہیں۔ اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ وہ حقیقی تعلیمات جو سابقہ انبیاء نے اپنی قوموں کو دیں وہ تعلیم انکی موجودہ تعلیم سے بالکل مختلف ہیں اور انسانی خرد برد اور غلط تعلیمات نے انکی جگہ لے لی ہے۔ درحقیقت نیا نبی آتا ہی اس وقت ہے جب سابقہ تعلیمات بگڑ چکی ہوں اور الٰہی حفاظت اٹھ گئی ہو۔

شہد کی مکھی کی مثال کے ذریعہ اس سورۃ میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ الٰہی تائید کے ذریعہ شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں سے غذا حاصل کرتی ہے اور اسے مزیدار اور اعلیٰ قسم کے شہد میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے اخلاق کے احیاء اور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ الہام سے اس کی راہنمائی کی جائے اور مزید یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جس طرح شہد کے مختلف معیار ہوتے ہیں اسی طرح سب انسان یکساں روحانی ترقی کے متحمل نہیں ہوتے۔ شہد کے مختلف رنگوں اور ذائقوں کی طرح مختلف نبیوں کی وحی مختلف ہوتی ہے۔

پھر خدائی وحی و الہام کی ضرورت اور نزول کی ایک مزید دلیل یوں دی گئی ہے کہ جب لوگ مرورِ زمانہ سے نبی کے دَور سے دُور جا پڑتے ہیں اور ذاتی مفاد بڑھ جاتے ہیں اور نسلاً بعد نسل مرآت کی عادت جڑ پکڑ جاتی ہے اور عام آدمی پر تمام ظاہری ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں تب خدا ایک نئے نبی کو بھیجتا ہے جو اس انسان کے دوسرے انسان پر ظلم کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کرتا ہے اور ایسے نام نہاد راہنما جو ایک زمانہ سے اپنی طاقت اور اجارہ داری سے فائدہ اٹھا رہے ہوتے ہیں انہیں اقتدار سے بے دخل کر دیا جاتا ہے اور عوام الناس جو نئے نبی کی پیروی کرتے ہیں ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ انسانوں کی غلامی کی زنجیریں توڑ دی جاتی ہیں اور وہ ایک حقیقی آزاد موحول میں سانس لینے لگتے ہیں۔ پھر کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ عظیم تبدیلی جو قرآن کریم کے ذریعہ پیدا ہونی ہے بہت جلد رونما ہوگی۔ زمانہ ایک تبدیلی کو پکارتا ہے اور اس نئے پیغام میں وہ تمام ضروری صفات پائی جاتی ہیں اور کامل تعلیمات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس نئی تعلیم (قرآن کریم) کے پیرو کار کامیاب ہوں گے اور ساری طاقت اور غلبہ ان کے ہاتھوں میں ہوگا۔ کفر کے خلاف برحق اعلانِ جنگ ہوگا اور اس کے سرغنہ تباہ و برباد کر دئے جائیں گے۔

اس سورۃ کے اختتام پر آپ ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ کار وسیع تر ہونا ضروری ہے اور اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو تبلیغ کرنا شامل ہے۔ یہ (وسعت) مخالفت کی آگ کو مزید وسیع کر دے گی اور مسلمان ہر طرف سے ظلم و تعدی کا شکار ہوں گے مگر اسلام کا خدائی مقصد بڑھے گا اور اس مخالفت اور ظلم و تعدی کے بازار میں خوب پنپے گا اور اس کے دشمن اپنے مقدر شدہ منطقی انجام کو ضرور پہنچیں گے۔

☆…☆…☆

تعارف سورۂ بنی اسرائیل (سترہویں سورہ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 112 آیات ہیں)

اردو ترجمہ از ترجمہ قرآن انگریزی (حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقت نزول اور سیاق و سباق

اس سورۃ کا نام بنی اسرائیل ہے کیونکہ یہ بنی اسرائیلیوں کے چند اہم تاریخی واقعات کو بیان کرتی ہے اور ان کے بعض حالات جن سے ان کو گزرنا پڑا۔ اس سورۃ کا ایک نام اسراء بھی ہے کیونکہ اس کا آغاز آپ ﷺ کی ایک رؤیا سے ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے یروشلم کی طرف ایک روحانی سفر اختیار فرمایا جو اس سورۃ کا غیر معمولی مرکزی خیال ہے۔ ابن مسعود (جو آپ ﷺ کے ابتدائی صحابہ میں سے ہیں) کے نزدیک اس سورۃ کا نزول نبوت کے چوتھے سے گیارہویں سال کے دوران ہوا۔ عیسائی مصنفین اس عرصہ کو چھٹے سے بارہویں سال کے درمیان بتاتے ہیں۔ سابقہ سورۃ میں مسلمانوں کو بتایا گیا تھا کہ عنقریب وہ اہل کتاب کی طرف سے سخت مخالفت کا سامنا کریں گے جو اتنی ہی شدید ہوگی جتنی وہ مشرکین مکہ کے ہاتھوں برداشت کر چکے ہیں۔ تاہم انہیں یہ مخالفت صبر و تحمل سے برداشت کرنی ہوگی۔ یہاں تک کہ خدا انہیں ان کے دشمنوں کے خلاف فتح نصیب کرے۔ اس سورۃ میں انہیں بتایا گیا ہے کہ اس مخالفت کا آغاز مدینہ میں ہوگا اور اختتام اہلِ کتاب کی مکمل شکست پر ہوگا۔ یہاں تک کہ ان کے مقاماتِ مقدسہ مسلمانوں کے ہاتھ آجائیں گے۔

مضامین کا خلاصہ

یہ سورۃ جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے یہودیوں کی تاریخ سے متعلق ہے خاص طور پر ان دو مواقع کا ذکر کیا گیا ہے جب انہوں نے اللہ کے دو بڑے نبیوں حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی

بقیہ صفحہ 7 پر

مسیلمہ کذاب اور دیگر مرتدین کا عبرتناک انجام

(رحمت اللہ بندیشہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی)

قارئین کرام! آجکل سوشل میڈیا پر احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز مہم میں الزام تراشیوں کا ایک سلسلہ یعنی پُرانے اعتراضات کو نئے الفاظ میں پیش کرنے کی ناکام کوشش کے ساتھ جاری ہے، اگرچہ اِس قسم کے تمام اعتراضات رد شدہ ہیں، لیکن پھر بھی قارئین کے لیے ان بے بنیاد اعتراضات کی دوبارہ تردید ہراحمدی کی ذمہ داری ہے تاکہ ماحول میں فتنہ وفساد کی بجائے، مناسب جوابات کا علم حاصل کر کے امن قائم رہے۔

چنانچہ حال ہی میں ہمارے ملک میں ایک نام نہاد ختم نبوت کانفرنس میں، شامل ایک مقرر نے شاملین کانفرنس کو اشتعال دلانے کے لیے اِس قسم کے خلاف واقعہ اور قیاس مع الفارق کے طور پر دلائل کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کی تھی کہ ’’وفات نبی کے بعد پہلا اجماع جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ جنگ کرنے پر ہوا تھا۔ اور ختم نبوت کے مسئلہ کی وجہ سے مسیلمہ کذاب سے جنگ یمامہ ہوئی۔ رسول پاک نے کل 23 غزوات کیے اور ٹوٹل 259 صحابہ شہید ہوئے۔ جبکہ صرف جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب سے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہوئی 1200 صحابہ نے جان قربان کی، جن میں سے 700 حفاظ قرآن تھے۔

قارئین کرام اگرچہ اس مختصر بیان میں کئی قسم کے اعتراضات اٹھائے گئے، جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے، لیکن فی الوقت اس مضمون میں مرتدین کے بارے مزید تبصرہ اور جھوٹے دعوی نبوت کرنے والوں میں سے مسیلمہ کذاب کے بارے کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔

اوّلاً عمومی قاعدہ کی بات جو کہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ کیا ہر ایک صحابی کا قول یا فعل شریعت اسلام میں متفقہ طور پر حجت شرعیہ سمجھا گیا ہے؟

اس بارہ میں بلا تبصرہ چند اقوال درج کیے جاتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ ہمارے مخالفین کے مستند علماء کے نزدیک ہر صحابی کا قول یا فعل انفرادی طور پر ہر ایک کے لیے شرعی حجت ہے یا نہیں ہے؟ چنانچہ اصول حدیث کے مشہور رسالہ میں لکھا ہے کہ

(١) مَا رُوِیَ عَن الصَّحَابِیّ من قَول أَو فعل مُتَّصِلا کَانَ أَو مُنْقَطِعًا وَهُوَ لَیْسَ بحجةٍ علی الْاَصَح

ترجمہ: جو بھی کسی صحابی کا قول یا فعل مروی ہے خواہ وہ متصل ہے یا منقطع۔ وہ حجت نہیں ہے۔ اور یہ بات صحیح طور پر تسلیم شدہ ہے۔

(رسالة فی أصول الحدیث (مطبوع ضمن کتاب: رسالتان فی المصطلح) المؤلف: علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی (المتوفی: 816ھ) الناشر: مکتبة الرشد – الریاض، الطبعة: الأولی، 1407ھ، باب: فِی أَقسَام الحَدِیث وأنواعه، الْفَصْل الْأول فِی الصَّحِیح هُوَ مَا اتَّصل سَنَده بِنَقْل الْعدْل، الْفَصْل الثَّالِث، جلد 1۔ صفحہ 86)

(2) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

قَول الصَّحَابِیّ لَیْسَ بِحجَّة عِنْد الشَّافِعِی:

ترجمہ: یعنی کسی صحابی کا انفرادی حیثیت میں ہر قول حجت نہیں ہے۔

(عمدة القاری، کتاب الحج، باب تَفْسِیرِ قَوْلِ اللهِ تعَالَی: ذَلِکَ لِمَنْ لَمْ یَکُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (الْبَقَرَة: 691) جلد نمبر 9 صفحہ 206. الناشر: دار إحیاء التراث العربی - بیروت)

(3) کتاب کشف الاسرار شرح المنار جو اصول فقہ کی مشہور اور مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

قال الشافعی لا نقلد الصحابی لان قول الصحابی لیس بحجة، اذ لو کان قوله حجة فدعا الناس الیٰ قوله کالنبی علیه السلام

ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہم صحابی کی ہر بات میں لازماً تقلید نہیں کرتے، کیونکہ ہر صحابی کا قول حجت نہیں۔ کیونکہ اگر صحابی کا قول حجت ہوتا تو وہ اپنے قول کی طرف لوگوں کو اُسی طرح دعوت دیتا، جسطرح کہ نبی علیہ السلام اپنے قول کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(مأخوذ از قتل مرتد اور اسلام زیر عنوان قتل مرتد اور صحابہ۔ صفحہ 142)

(4) تفسیر مظہری از مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے حضرت ابوہریرہ کی درایت پر جرح کی ہے۔ چنانچہ ’’تفسیر مظہری‘‘ میں آیت ’’وَاِنْ مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ‘‘ کے تحت لکھا ہے کہ

’’تَاوِیْلُ الْآیَتِ بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الثَّانِیْ اِلَی عِیْسَی مَمْنُوْعٌ۔ اِنَّمَا هُوَ زَعْمٌ مِنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ لَیْسَ ذٰلِکَ فِیْ شَیْءٍ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمَرْفُوْعَةِ وَکَیْفَ یَصِحُّ هٰذَا التَّاوِیْلُ‘‘

(تفسیر مظہری، زیر آیت وان من أھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ (النساء:١٦٠)

’’دوسری ضمیر کو حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع کر کے آیت کی وہ تفسیر کی جاسکتی ہے جس سے مضمون مذکور کا استفادہ ہوسکے۔ یہ بات قابل تسلیم نہیں۔ یہ صرف حضرت ابوہریرہؓ کا خیال اور رائے ہے۔ کسی صحیح مرفوع حدیث میں مذکور نہیں۔ اور نہ یہ تشریح درست ہے۔‘‘

(تفسیر مظہری اردو ترجمہ جلد سوم زیر آیت بالا۔ صفحہ 214۔ مترجم سید عبد الدائم جلالی۔ شائع کردہ خزینہ علم وادب، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور)

(5) اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول شاشی میں لکھا ہے کہ

وَالْقسم الثَّانِی من الروَاة هم المعروفون بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَة دون الِاجْتِهَاد وَالْفَتْوَی کَأبی هُرَیْرَة وَأنس بن مَالك:

ترجمہ: کہ راویوں میں سے دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ اور دیانتداری کے لحاظ سے تو مشہور ہیں مگر اجتہاد اور فتویٰ کے اعتبار سے قابل اعتبار نہیں جیسے ابوہریرہؓ و انسؓ بن مالک۔

(أصول الشاشی، از نظام الدین أبو علی أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشی (المتوفی: 344ھ) الناشر: دار الکتاب العربی – بیروت، الْبَحْث الثَّانِی، فصل فِی أَقسَام الْخَبَر، بحث تَقْسِیم الرَّاوِی علی قسمَیْنِ۔ صفحہ 275)

(6) احناف کے نزدیک جو اَمر قیاس سے معلوم ہوسکتا ہے، اس میں صحابی کی تقلید ہرگز ضروری نہیں۔ چنانچہ قمر الاقمار شرح نور الانوار میں علامہ بحر العلوم نے لکھا کہ

یہ احتمال کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہوگا، اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ صحابی کے قول کی تقلید کی جائے۔ کیونکہ قیاس ایک شرعی حجت ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ پس ایسی چیز کو جس پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے محض احتمال سے کہ شاید سنا ہو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ نیز لکھا ہے کہ اگر صحابی اپنی طرف سے اجتہاد کرتا ہے اور روایت کو رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتا تو:

لمّا لم یرفعه، علم انه من اجتهاده، واجتهاده و اجتهاد غیره متساویاً فی احتمال الخطاء بِعَدْمِ عصمته فلا یکون حجة وهذا فیمایدرك بالقیاس

پس جب صحابی اپنی بات کو (رسول اللہ ﷺ) کی طرف مرفوع نہیں کرتا، تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے اجتہاد سے ایسا کہتا ہے۔ اور صحابی اور غیر صحابی کا اجتہاد اس امر میں برابر ہے، کہ دونوں میں خطاء کا احتمال ہے، کیونکہ وہ معصوم نہیں۔ پس اُس کا قول حجت نہیں۔ یہ ایسے امور کے متعلق ہے جو قیاس سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

(قتل مرتد اور اسلام از مولانا شیر علی صاحبؓ۔ زیر عنوان قتل مرتد اور صحابہ۔ صفحہ نمبر 220۔ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

مرتدین اور مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد

أغلباً مولوی صاحبان عرب کے قبائل کی طبیعت سے بالکل ناواقف ہیں، کیونکہ وہ ارتداد کے لفظ کو سن کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مرتدین عرب بالکل بے ضرر لوگ تھے۔ اُن کا اس سے زیادہ کوئی قصور نہ تھا کہ وہ زکوۃ خلیفہ وقت کو ادا کرنا ضروری نہ سمجھتے اور نماز پڑھنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ حالانکہ ایسا بالکل نہ تھا۔ اس کی قدر تفصیل پوائنٹس کی شکل میں ذیل میں تحریر کی جاتی ہے۔

ارتداد

قارئین کرام! ان باغی اقوام کے ارتداد کے عملی رنگ میں یہ معانی تھے کہ انہوں نے اُس سلطنت اسلامی سے جس کی ماتحتی کا جوّا وہ اپنی گردنوں پر رکھ چکے تھے بغاوت اختیار کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ارتداد کے بعد انہوں نے اسلام کے خلاف تلوار اُٹھا لی، اور جو مسلمان اُن کے علاقہ میں مقیم تھے اور وہ اسلام پر قائم رہے اُن بے گناہ مسلمانوں کو اِن ظالموں نے قتل کیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے شروع کر دیئے، اسلامی سلطنت سے اپنے آپ کو آزاد کرلیا، اور اِس سے بڑھ کر خود دار السلطنت اسلامیہ پر حملہ کیا۔ اور اس کا محاصرہ کیا۔

(1) اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وفات رسول ﷺ سے قبل جس لشکر کے بھجوانے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا۔ وفات نبی ﷺ کے بعد اُس لشکر اسامہ کی روانگی کے وقت عمائد مہاجرین وانصار نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ ایسے خطرناک حالات نے اب جنم لیا ہے کہ اب لشکر کو روانہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت اسامہ نے روانگی سے پہلے حضرت عمرؓ کو ان عمائدین کا سفیر بنا کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجا اور مع لشکر واپس آنے کی اجازت مانگی اور وجہ یہ پیش کہ

فَإِنَّ مَعِی وُجُوهَ النَّاسِ وَجلتهم، وَلا آمَنُ عَلَی خَلِیفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ وَثِقَلِ رَسُولِ اللّٰهِ وَأَثْقَالِ الْمُسْلِمِینَ أَنْ یَتَخَطَّفَهُمُ الْمُشْرِکُونَ

ترجمہ: یعنی میرے ساتھ بڑے بڑے آدمی ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ ایسانہ ہو کہ مشرکین خلیفہ وقت اور آنحضرت ﷺ کی حرم محترم اور دوسرے مسلمانوں پر حملہ نہ کر دیں۔

(تاریخ طبری، باب. ذکر امر ابی بکر فی اُول خلافتہ)

(2) مرتدین کے خلاف صدیق اکبرؓ نے تلوار اٹھائی تو اس لیے نہیں کہ انہوں نے محض ارتداد کیا تھا بلکہ وجہ بغاوت اور ان کی طرف سے حملہ کی پہل تھی۔ چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ

وَكَانَ أوّل من صادم عبس وذبيان، عاجلوه فقاتلهم قبل رجوع أسامة۔

ترجمہ: یعنی سب سے پہلے جن قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کیا وہ عبس اور ذبیان تھے۔ انہوں نے پہلے حضرت ابو بکرؓ پر حملہ کیا اور اُسامہ کی واپسی سے پہلے حضرت ابو بکرؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔

(تاریخ طبری، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفاة رسول الله، حوادث متفرقة)

(3) یاد رہے کہ وفات نبی ﷺ کے بعد مرتدین نے مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پیش دستی کی تھی، اور اُن کو قلیل اور کمزور دیکھ کر سمجھا کہ ہم مدینہ کو فتح کرلیں گے اور اسلامی سلطنت کے پایہ تخت پر قابض ہوجائیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق خلیفہ وقت کی تائید کی اور دشمنوں کو خائب وخاسر لوٹا دیا۔ نیز ان لوگوں نے نہ صرف مدینہ پر ہی حملے کئے تھے بلکہ انہوں نے مرتد ہوتے ہی وفات نبی ﷺ کے بعد صادق الایمان مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کر دیا تھا، جو ان قوموں میں بستے تھے۔ اور یہ مسلمان باوجود اپنی قوم کے مرتد ہوجانے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔ چنانچہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ

فعاجلته عبس وذبيان ونزلوا فی الابرق ونزل آخرون بذی القصة ومعهم۔۔(من بنی أسد، فزارہ، غطفان، طئی، ثعلبه، بنوکنانه وغیرہ :ناقل)۔۔وبعثوا وفدا إلى أبي بكر،نزلوا على وجوه من الناس،يطلبون الاقتصار على الصلاة دون الزكاة، فأبى أبو بكر من ذلك،وجعل على أنقاب المدينة علياً والزبير وطلحة وعبد الله بن مسعود،وأخذ أهل المدينة بحضور المسجد ورجع وفد المرتدين،وأخبروا قومهم بقلّة أهل المدينة فأغاروا على من كان بأنقاب المدينة۔۔۔واقتتلوا۔۔إلا وقد هزموهم وغنموا ما معهم۔۔۔ووثب بنو ذبيان وعبس على من كان فيهم من المسلمين فقتلوهم وفعل ذلك غيرهم من المرتدين۔۔وقدم أسامة فاستخلفه أبو بكر على المدينة :

(تاریخ ابن خلدون ، الخلافۃ الإسلامیۃ الخبر عن الخلافۃ الإسلامیۃ فی ہذہ الطبقۃ وما کان فیہا من الرّدۃ والفتوحات وما حدث بعد ذلک من الفتن والحروب فی الإسلام ثم الاتفاق والجماعۃ)

ترجمہ: یعنی عبس وذبیان قبیلوں نے پہلے حضرت ابو بکرؓ پر حملہ کیا۔ اور دوسری قومیں یعنی بنو اسد، فزارہ، غطفان، طئی، ثعلبہ، بنوکنانہ وغیرہ ذی قصہ مقام میں آ کر جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنا ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھجوایا۔ وہ لوگوں کے سامنے آپ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور ڈیمانڈ کی کہ ہمیں نماز میں کمی کر دی جائے اور زکوۃ مکمل معاف کر دی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُن کی اس بات کا انکار کر دیا۔ نیز حفاظت کی خاطر مدینہ کے اطراف کناروں پر حضرت علی، زبیر، طلحہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی قیادت میں محافظ مقرر کر دیئے۔ اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کیا، اور انہیں ساری صورتحال کی بابت آگاہ کیا۔ جب مرتدین کا وفد واپس چلا گیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو مدینہ میں مسلمانوں کی کم تعداد کی بابت بتایا۔ اس پر پھر ان مرتدین نے مدینہ پر اِس کے اطراف سے حملے شروع کر دیئے۔ اور ان کے ساتھ لڑائی ہوئی۔۔۔ البتہ مسلمانوں نے اِنہیں شکست دی اور مال غنیمت بھی حاصل کیا۔

(4) نیز لکھا ہے کہ: آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر سنتے ہی بنو ذبیان اور عبس نے اُن لوگوں پر حملہ کر دیا۔ جو اُن میں مسلمان تھے اور یہ کام صرف بنو ذبیان اور عبس نے ہی نہیں کیا بلکہ اُن کے سوا جو دوسری مرتد قومیں تھیں اُنہوں نے ابھی اِسی طرح اُن مسلمانوں کو قتل کر دیا جو اُن میں آباد تھے۔

(تاریخ ابن خلدون ، الخلافۃ الإسلامیۃ الخبر عن الخلافۃ الإسلامیۃ فی ہذہ الطبقۃ وما کان فیہا من الرّدۃ والفتوحات وما حدث بعد ذلک من الفتن والحروب فی الإسلام ثم الاتفاق والجماعۃ)

(5) بلکہ اس بھی بڑھ کر تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ

فوثب بنو ذبيان وعبس على من فيهم مِنَ الْمُسْلِمِين، فقتلوهم كل قتلة، وفعل من وراءهم فعلهم

(تاریخ طبری، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفاة رسول الله، حوادث متفرقة)

یعنی جیسے ہی آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی بنو ذبیان اور عبس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور جو قومیں ان کے علاوہ بستی تھیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ یعنی اُنہوں نے بھی ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

(6) اس وقت مسلمانوں کی حالت کیسی تھی، اس کا اندازہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اُس موقعہ کے خطاب سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب لشکر اسامہ روانہ ہوچکا تھا اور مدینہ پر مرتدین اور مانعین زکوۃ حملہ کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

وقال لهم:إن الارض كافرة،وقد رأى وفدهم منكم قلة، وإنكم لا تدرون أليلا تؤتون أم نهارا! وأدناهم منكم على بريد.وقد كان القوم يأملون أن نقبل منهم ونوادعهم، وقد أبينا عليهم، ونبذنا إِلَيْهِم عهدهم، فاستعدوا وأعدوا فما لبثوا إلا ثلاثا حَتَّى طرقوا الْمَدِينَة غارة مَعَ الليل، وخلفوا بعضهم بذی حسى، ليكونوا لهم ردءا:

یعنی تمام ملک اب کافر ہے، اور اُن کے وفد نے تمہاری قلیل تعداد کو دیکھ لیا ہے، تمہیں معلوم نہیں کہ رات کے وقت تم پر حملہ کریں یا دن کو، اور اُن میں سے قریب ترین لوگ تم سے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم اُن کی بات قبول کر کے اُن سے معاہدہ کرلیں۔ اور ہم نے اس سے انکار کیا۔ پس تم اُن کے حملہ کے لئے تیار ہوجاؤ۔ اور ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ اُنہوں نے رات کے وقت مدینہ پر آ کر چھاپہ مارا، اَور ایک جماعت کو ذی حسی مقام میں چھوڑ کر آئے تھے تا کہ وہ بوقت ضرورت ان کے مددگار ہوں۔

(تاریخ طبری، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفاة رسول الله، حوادث متفرقة)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حملہ مخالفین نے کیا تھا مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر۔ نہ کہ مسلمانوں نے خود اس کی پہل کی تھی۔

(7) نیز یاد رہے کہ صرف ارتداد ہی اختیار نہیں کیا تھا اور زکوہ دینے سے انکار ہی نہ تھا، بلکہ ان مخالفین نے صادق الایمان مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

ووثب بنوذبيان وعبس على من كان فيهم من المسلمين فقتلوهم وفعل ذلك غيرهم من المرتدين۔۔وقدم أسامة فاستخلفه أبو بكر على المدينة :

یعنی جونہی کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی بنو ذبیان اور عبس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے، جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور جو قومیں ان کے علاوہ تھیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

(تاریخ ابن خلدون ، الخلافۃ الإسلامیۃ الخبر عن الخلافۃ الإسلامیۃ فی ہذہ الطبقۃ وما کان فیہا من الرّدۃ والفتوحات وما حدث بعد ذلک من الفتن والحروب فی الإسلام ثم الاتفاق والجماعۃ)

(8) تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ:

وَكَانَ إِنْفَاذُ جَيْشِ أُسَامَةَ أَعْظَمَ الْأُمُورِ نَفْعًا لِلْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَالُوا: لَوْلَمْ يَكُنْ بِهِمْ قُوَّةٌ لَمَا أَرْسَلُوا هَذَا الْجَيْشَ، فَكَفُّوا عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا كَانُوا يُرِيدُونَ أَنْ يَفْعَلُوهُ۔

یعنی لشکر اسامہ کے بھیجے جانے سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ عرب قوموں نے کہا کہ اگر مسلمانوں میں طاقت اور قوت نہ ہوتی تو وہ ایسے وقت میں اس لشکر کو روانہ نہ کرتے۔ پس اس خیال سے وہ اپنے بدارادوں سے رُک گئے۔

(تاریخ کامل، ذِكْرُ أَحْدَاثِ سَنَةِ إِحْدَى عَشْرَةَ ،ذِكْرُ أَخْبَارِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ بِالْيَمَنِ)

(9) اسی طرح تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ

ولم يقبل (خالد بن وليد بعد هزيمتهم۔ناقل) من أحد من أسد ولا غطفان ولا هَوَازِن ولا سليم ولا طيئ إلا أن يأتوه بالذين حرقوا ومثلوا وعدوا على أهل الإسلام فِي حال ردتهم ۔

ترجمہ: یعنی جب بنی اسد اور غطفان، ہوازن اور بنی سلیم وغیرہ کو شکست ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو معافی دینے سے انکار کیا کہ جب تک کہ وہ ان لوگوں کو پیش نہ کریں جنہوں نے مرتد ہونے کے بعد مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں اور ناک وغیرہ کاٹے اور ان پر ظلم کیے۔

(تاریخ طبری، حوادث السنة الحادية العشرة بعد وفاة رسول الله، ذکر ردة هَوَازِن وسليم وعامر)

پس ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے وفات نبی ﷺ کے بعد ارتداد اختیار کیا، اُن کا ارتداد مذہبی اختلاف تک محدود نہ تھا، بلکہ انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی۔ تلوار کو ہاتھ میں لیا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کیا، اپنی اپنی قوم کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آگ میں ڈالا اور اُن کا مثلہ کیا۔ گویا یہ سب سلطنت کے باغی تھے۔

فتنہ مانعین زکوٰۃ

حضرت ابو بکرؓ نے مانعین زکوۃ سے اس لئے قتال کیا تھا کہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوۃ کو روکا اور مسلمانوں کے لئے جنگ برپا کی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

وَإِنَّمَا قَاتَلَ الصّدِيق، رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنهُ، مانعي الزَّكَاة لأنهم امْتَنعُوا بِالسَّيْفِ ونصبوا الْحَرْب للْأمة۔

ترجمہ: یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعین زکوۃ سے اس لیے قتال کیا کہ انہوں نے یہ زکوۃ دینے سے انکار بذریعہ سیف کیا تھا اور انہوں نے لڑائی کی امت سے طرح ڈالی تھی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب اسْتِتَابَۃِ الْمُرْتَدِّینَ وَالْمُعَانِدِینَ وَقِتَالِہِمْ)، بابُ قَتْلِ مَنْ أَبَی قَبُولَ الفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَی الرِّدَّۃِ)

اس شہادت سے ظاہر ہے کہ جنگ کی ابتداء مانعین زکوۃ کی طرف سے ہوئی یعنی نہ صرف ان لوگوں نے زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف خود ہی تلوار اُٹھائی اور جنگ کی بنیاد ڈالی۔

☆نیز یاد رہے کہ صرف زکوۃ سے انکار ہی سلطنت کا باغی بنا دیتا ہے۔ کیونکہ زکوۃ حکومت کا ٹیکس ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بھی تھے اور وقت کے حکمران بھی تھے۔ اور زکوۃ کی وصولی اپنی صوابدید پر منحصر نہیں تھی بلکہ اسلامی حکومت کی طرف سے ہمیشہ عمّال مقرر کیے جاتے تھے اور عمّال تشخیص کرتے اور زکوۃ وصول کرتے تھے، جبکہ امام الصلاۃ بالعموم بیان شدہ اصول کے مطابق لوگ خود مقرر کرتے تھے، مرکز اسلام کی طرف سے مقرر نہیں کیے جاتے تھے۔

☆اسی طرح فریضہ زکوۃ اور فریضہ صلاۃ میں ایک یہ بھی فرق ہے کہ، کیونکہ نماز کا تعلق صرف فرد سے ہے جبکہ زکوۃ کا تعلق صرف فرد سے نہیں بلکہ حکومت کو بھی اس میں دخل ہے جیسا کہ فرمایا:

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِیَائِہِمْ وَتُرَدُّ عَلَی فُقَرَائِہِمْ»

یعنی یہ ایک ٹیکس ہے جو دولتمندوں سے وصول کر کے فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الزکوۃ)

باقی یہ بات درست ہے حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے منکرین زکوۃ سے جہاد نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق جو خلیفہ وقت تھے انہوں نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا۔ جبکہ جمع قرآن والا مشورہ قبول کرلیا تھا۔ گویا دونوں جگہ فیصلہ خلیفہ وقت کا تھا، جس طرح رسول پاک ﷺ مشورہ لینے کے بعد فائنل فیصلہ کیا کرتے تھے۔ چونکہ حیات نبی ﷺ میں منکرین زکوۃ کا کوئی باقاعدہ فتنہ نہ تھا اس لیے جہاد نہ کیا گیا۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام

رسول اللہؐ کے زمانہ میں دعویٰ نبوت کرنے والوں میں خاص طور پر معروف احباب میں سے مسیلمہ کذاب، سجاح، طلیحہ اسدی اور اسود عنسی تھے۔ فی الوقت اِس مضمون میں صرف مسیلمہ کذاب کا ذکر کیا جائے گا۔

(قارئین کرام! باقی مکذبین کے حالات کے متعلق جامع معلومات کے لیے ''قتل مرتد اور اسلام۔ از حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ'' انتہائی مفید ہے)

مسیلمہ کذاب

احادیث میں ذکر ہے کہ مسلمیہ کذاب اپنی قوم بنو حنیفہ کے کثیر لوگوں کے ساتھ مدینہ آیا اور آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیں تو میں آپ کی بیعت کرلوں گا۔ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطیب ثابت بن قیسؓ کے ساتھ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس نے آپ سے کہا آپ اپنے بعد خلافت ہمارے سپرد کر دیں یا حکومت میں برابر شریک کر لیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنی یہ چھڑی تمہیں دینے کا روادار بھی نہیں اور میں تجھے وہی جھوٹا مدعی سمجھتا ہوں جو مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ میرے خلاف خروج کریں گے اور بغاوت کریگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس کو اپنا نمائندہ مقرر کرکہ اُس سے اعراض کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

قَدِمَ مُسَیْلِمَۃُ الکَذَّابُ عَلَی عَھْدِ رَسُولِ اللَّہِ ﷺ فَجَعَلَ یَقُولُ: إِنْ جَعَلَ لِی مُحَمَّدٌ الاَمْرَ مِنْ بَعْدِہِ تَبِعْتُہُ، وَقَدِمَھَا فِی بَشَرٍ کَثِیرٍ مِنْ قَوْمِہِ، فَأَقْبَلَ إِلَیْہِ رَسُولُ اللَّہِ ﷺ وَمَعَہُ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَفِی یَدِ رَسُولِ اللَّہِ ﷺ قِطْعَۃُ جَرِیدٍ، حَتَّی وَقَفَ عَلَی مُسَیْلِمَۃَ فِی أَصْحَابِہِ، فَقَالَ: ''لَوْ سَأَلْتَنِی ھَذِہِ القِطْعَۃَ مَا أَعْطَیْتُکَھَا، وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللَّہِ فِیکَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَیَعْقِرَنَّکَ اللَّہُ، وَإِنِّی لَأَرَاکَ الَّذِی أُرِیتُ فِیہِ، مَا رَأَیْتُ، وَھَذَا ثَابِتٌ یُجِیبُکَ عَنِّی'' ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْہُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُولِ اللَّہِ ﷺ ''إِنَّکَ أُرَی الَّذِی أُرِیتُ فِیہِ مَا أَرَیْتُ''، فَأَخْبَرَنِی أَبُو ھُرَیْرَۃَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّہِ ﷺ قَالَ: ''بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ، رَأَیْتُ فِی یَدَیَّ سِوَارَیْنِ مِنْ ذَھَبٍ، فَأَھَمَّنِی شَأْنُھُمَا، فَأُوحِیَ إِلَیَّ فِی المَنَامِ: أَنِ انْفُخْھُمَا، فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِی'' أَحَدُھُمَا العَنْسِیُّ، وَالآخَرُ مُسَیْلِمَۃُ۔

ترجمہ:۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آیا اور کہنے لگا۔ اگر محمد اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو میں ان کا پیرو ہوں گا اور وہ مدینہ میں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ آ کر مسیلمہ کے سامنے جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑا بھی مانگے۔ میں تمہیں یہ بھی نہ دوں اور تو ہرگز اللہ کے فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ جو تیرے لئے مقدر ہے اور اگر تو پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ تو اللہ تمہاری جڑ کاٹ دے گا اور میں تمہیں وہی شخص دیکھ رہا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں بہت کچھ دکھایا گیا ہے اور یہ ثابت ہیں جو میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔ اور یہ کہہ کر آپ اس کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ ابن عباسؓ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا کہ تم کو میں وہی شخص دیکھ رہا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں وہ کچھ دکھایا گیا جو دکھایا گیا۔ ابوہریرہؓ نے مجھ سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ اس اثنا میں میں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ ان کی کیفیت نے مجھے فکر میں ڈال دیا۔ پھر مجھے خواب میں وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونکوں۔ چنانچہ میں نے ان پر پھونکا اور وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر دو جھوٹے شخص سمجھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ایک عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ۔

(بخاری، کتاب المغازی، بابُ وَفْدِ بَنِی حَنِیفَۃَ)

تاریخ طبری کے مطابق مسلمیہ نے واپس یمامہ جا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے خط میں لکھا کہ

من مسیلمۃ رَسُولِ اللَّہِ إلی محمد رَسُولِ اللَّہِ سلام علیك، فإنی قد أُشرکت فِی الامر معك، وإن لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض، ولکن قریشا قوم یعتدون:

ترجمہ: مسیلمہ رسول اللہ (نعوذ باللہ) کی طرف سے یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ۔ فداہ اَبی و امی) کی طرف یہ خط ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ اَمّا بعد: پس میں آپ کے ساتھ اَمر (حکومت) میں برابر کا شریک ہوں۔ قریش اور ہمارے درمیان ملک آدھا آدھا ہو گا۔ البتہ قریش کی قوم زیادتی کرنے والی اور حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہے۔

(تاریخ طبری زیر عنوان: کتاب مسیلمہ الی رسول اللہ والجواب عنہ)

رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اِس کے دعویٰ نبوت کے باوجود صحابہ کو اس کے قتل کا ارشاد نہیں فرمایا اور شراکت حکومت و ملک کے دعویٰ کے جواب میں حضور ﷺ نے طبرانی کے مطابق اُس کو لکھا کہ

بِسْمِ اللَّہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیمِ، مِنْ محمد رسول اللہ إِلَی مُسَیْلِمَۃَ الْکَذَّابِ۔ سَلَامٌ عَلَی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدَی، أَمَّا بَعْدُ، إِنَّ الْاَرْضَ لِلَّہِ یُورِثُھَا مَنْ یَشَاءُ مِنْ عِبَادِہِ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِینَ (الاَعراف:129)

ترجمہ: بِسْمِ اللَّہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیمِ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کی جانب۔ سلامتی اُس پر ہے جس کی ہدایت کی پیروی کی۔ اَمّا بَعدُ: یقیناً مُلک اللہ ہی کا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کا وارث بنا دے گا اور عاقبت متقیوں کی ہی ہوا کرتی ہے

(تاریخ طبری زیر عنوان: کتاب مسیلمہ الی رسول اللہ والجواب عنہ)

پس رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں مسیلمہ کے محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ جبکہ رومی سرحد پر شورش کا پتہ چلا تو آپ نے انکے خلاف اپنے صحابہ کا لشکر زیر قیادت حضرت اسامہ تیار فرمایا۔

بعد میں جب مسیلمہ باغیانہ سرگرمیوں میں حد سے بڑھنے لگا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی بغاوت کچلنے کے لئے حضرت خالد بن ولید اور دیگر صحابہ کی سرکردگی میں لشکروں کو روانہ کیا۔ اور ان سے لڑائی میں وہ مارا گیا۔ چنانچہ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ مسیلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دعویٰ نبوت کیا مگر جارحیت اور بغاوت کا ارتکاب زمانہ صدیقی میں کیا۔ چنانچہ خلاصۃً وجوہات قتال حسب ذیل ہیں:

1:۔ مسیلمہ کذاب کی بغاوت کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ اس نے یمامہ پر رسول اللہ ﷺ کے مقرر فرمودہ حاکم ثمامہ بن اثال کو وہاں سے بے دخل کر کے نکال دیا۔

وأخرج ثمامۃ بن أثال عامل رسول اللہ ﷺ علی الیمامۃ

(تاریخ الخمیس جلد دوم صفحہ 160۔ زیر عنوان: (ذکر ابتداء مرضہ وکیفیتہ))

2:۔ باغی ہونے کے ساتھ مسیلمہ قتل کے جرم کا بھی مرتکب ہوا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حبیب بن زید سے اپنی نبوت منوانا چاہی اور انکار پر ان کے ایک عضو کاٹا اور اس طرح اعضاء کاٹ کاٹ کر انہیں آگ میں جلا دیا۔ اس لئے وہ قصاص کے قانون کے مطابق بھی واجب القتل تھا، جبکہ عبد اللہ جو ساتھ تھا وہ مرتد ہوگیا تھا، اس لیے وہ اس سے بچ گیا تھا۔ چنانچہ اصل عربی الفاظ یہ ہیں:

فأصابھما مسیلمۃ فقال لھما أتشھد ان انی رسول اللہ فقال لہ الاسلمی نعم فأمر بہ فحبس فی حدید وقال لہ حبیب لا أسمع فقال اتشھد ان محمدا رسول اللہ قال نعم فأمر بہ فقطع وکلما قال لہ اتشھد انی رسول اللہ قال لا اسمع فاذا قال أتشھد ان محمدا رسول

الله قال نعم حتى قطعه عضوا عضوا حتى قطع يديه من المنكبين ورجليه من الوركين ثم أحرقه بالنار

(تاریخ خمیس جلد 2 صفحہ 217۔ زیرعنوان: (ذکر تقدیم خالد بن الولید الطلائع امامہ من البطاح۔ الناشر: بیروت)

3:۔مسیلمہ کی بغاوت کا تیسرا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اسلامی حکومت کے علاقہ یمامہ پر قبضہ کر کے اپنی نماز نگری کو تقویت دینے کے لئے مکہ کے حرم کے مقابل پر یمامہ کے حرم ہونے کا اعلان کر دیا اور اس کے حلیف قبائل ارد گرد غارت گری کر کے اس کے حرم یمامہ میں آ کر پناہ گزیں ہونے لگے۔(تاریخ طبری)

4:۔مسیلمہ کی بغاوت کا چوتھا ثبوت یہ ہے کہ اس کی قوم بنو حنیفہ نے مسلمان قبائل بنو عامر وغیرہ پر کھل کر حملوں کا آغاز کر دیا۔

(تاریخ طبری)

5:۔مسیلمہ کی بغاوت کا پانچواں ثبوت یہ ہے کہ اس نے دیگر باغی قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کے منصوبے بنائے۔ان میں خاص طور پر بنو تغلب کی ایک باغی سردار عیسائی عورت سجاح قابل ذکر ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے چار ہزار کا لشکر جمع کر لیا تھا اور غارت گری کا قصد کر کے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلی۔ بعد ازاں دونوں نے شادی کر لی اور باہم مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال کیا۔(تاریخ طبری)

پس جو مولوی حضرات! مسیلمہ کذاب کی مثال دیتے ہیں کہ وہ بھی تو کلمہ، نماز وغیرہ پڑھتا تھا۔تو یاد رہے کہ یہ ایک بالکل غیر مطابقی مثال ہے۔ یا تو وہ جان بوجھ کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور یا ناقص علم کے باوجود عالم کہلاتے ہیں۔

چنانچہ مستند تاریخ طبری وغیرہ میں ان حالات کا تفصیل سے تذکرہ موجود ہے مثلاً طبری اور سیرت ابن ہشام وغیرہ کے مطابق مسیلمہ کذاب نے شراب اور زنا کو حلال کیا اور فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کر دیں اور یوں اسلامی شریعت منسوخ کر کے شرعی نبوت کا دعویدار بنا اور نئی شریعت ایجاد کی۔

وَوَضَعَ عَنۡهُمُ الصَّلَاةَ، وَأَحَلَّ لَهُمُ الۡخَمۡرَ وَالزِّنَا

(تاریخ طبری۔ سنہ عشر، زیرعنوان قدوم وفد بنی حنیفہ و معہم مسیلمہ) و (سیرۃ ابن ہشام جلد 2 ص 576)

اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ

’’اس (مسیلمہ) نے آنحضرت ﷺ کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ نیز فریضہ نماز کو ساقط کر دیا قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔‘‘

(حجج الکرامہ بزبان فارسی۔صفحہ 234۔235۔ در فصل بیستم۔ مطبع شاہجہان بھوپال)

اِس کاذب کی بعض مزعومہ آیات نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حج الکرامہ میں درج بھی کی ہیں۔

(حجج الکرامہ بزبان فارسی۔صفحہ 234۔235۔ در فصل بیستم۔ مطبع شاہجہان بھوپال)

مشت از خروارہ کے طور پر تاریخ طبری سے اُس کذاب کی مزعومہ آیات کے کچھ الفاظ عبرت کے لیے نقل کرتا ہوں (نقل کفر، کفر نہ باشد)۔

اس کذاب نے کہا تھا کہ

لَقَدۡ أَنۡعَمَ اللَّهُ عَلَى الۡحُبۡلَى، أَخۡرَجَ مِنۡهَا نَسَمَةً تَسۡعَى، مِنۡ بَيۡنِ صِفَاقٍ وَحِشَى، وَوَضَعَ عَنۡهُمُ الصَّلَاةَ، وَأَحَلَّ لَهُمُ الۡخَمۡرَ وَالزِّنَا

ترجمہ: یعنی اللہ نے حاملہ عورت پر انعام کیا کہ دوڑنے والے انسان کو اُس کی کُوکھ اور انتڑیوں کے درمیان سے پیدا کیا

(تاریخ طبری۔ سنہ عشر، زیرعنوان قدوم وفد بنی حنیفہ و معہم مسیلمہ)

قارئین کرام! اِن مرتدین نے اُس سلطنت اسلامی سے جس کی ماتحتی کا عہد و پیمان کر چکے تھے بغاوت اختیار کی تھی۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ محض ارتداد کی وجہ سے یہ لوگ سزائے قتل کے حقدار نہیں بنے۔ بلکہ ایسے مرتدین جنہوں نے ارتداد کے ساتھ ساتھ بغاوت اور قتال کیا۔ وہ مجرم شمار ہوئے۔ اور یہ قتال بوجہ ارتداد نہیں بلکہ محارب ہونے کی وجہ سے تھی۔ اور قرآنی اصول ہے کہ

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثۡلُهَا فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ:

ترجمہ: اور بدی کا بدلہ، کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (الشوریٰ 41)

نیز اِس قسم کے محاربین کی سزا بوجہ تعزیز، نہ کہ بطور حد۔قرآن نے خود بیان کر دی ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسۡعَوۡنَ فِي الۡأَرۡضِ فَسَادًا أَنۡ يُقَتَّلُوا أَوۡ يُصَلَّبُوا أَوۡ تُقَطَّعَ أَيۡدِيهِمۡ وَأَرۡجُلُهُمۡ مِنۡ خِلَافٍ أَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡأَرۡضِ ذَلِكَ لَهُمۡ خِزۡيٌ فِي الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِي الۡآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ: یقیناً اُن لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا دار پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں دیس نکالا دے دیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں ذلت اور رسوائی کا سامان ہے اور آخرت میں تو اُن کے لئے بڑا عذاب (مقدر) ہے (المائدۃ 34)

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ’’دعوت فکر‘‘ ہے کہ

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں؟
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں؟
کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے؟
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں؟
کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات؟
کچھ ہوش کرکے عذر سناؤ گے یا نہیں؟
سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں؟

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 57 مطبوعہ 1880ء۔ درثمین صفحہ 4)

☆...☆...☆

بقیہ: تعارف سورۂ بنی اسرائیل...... از صفحہ 3

نافرمانی کی اور انکار کیا۔ اس انکار کی وجہ سے ان کی قومی زندگی تباہ ہو کر رہ گئی۔ پہلی مرتبہ بابل میں نبوکدنضر کے ہاتھوں اور دوسری مرتبہ طِطُس بادشاہِ روم کے ہاتھوں۔

یہودیوں کی اس دوہری تباہی کے بیان سے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کے بدیوں میں مبتلا ہونے اور حد سے تجاوز کا نتیجہ بھی ان کی قومی زندگی پر دوہرے گرہن کی صورت میں نکلے گا۔ یہ تنبیہ ایک امید اور خوش خبری کے ساتھ کی گئی تھی۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کیونکہ آخری شرعی نبی ہیں آپ ﷺ کا سلسلہ، موسوی سلسلہ کی طرح پوری طرح نابود نہ ہوگا بلکہ ابتدائی خرابیوں کے جڑ پکڑنے کے ساتھ ہی زیادہ چمک اور درخشاں طور پر کامیاب و کامران ہوتا رہے گا۔ مزید براں بعض دیگر مضامین جن کی طرف سابقہ سورۃ میں اشارہ کیا گیا تھا ان کے بارے میں اس سورۃ میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس سورۃ کا آغاز اسراء (آپ ﷺ کا ایک رات کا روحانی سفر) سے کیا گیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ آپ ﷺ کیونکہ مثیل موسیٰ ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے صحابہ حضرت موسیٰ کی موعود سرزمین کو فتح کریں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی اپنے آبائی وطن سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ مگر آپ ﷺ کو ہجرت کے باعث نہایت غیر معمولی ترقی اور آپ ﷺ کے مقاصد کو ترقیات نصیب ہوں گی۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بڑی طاقت اور رتبہ، انکے نبی کے باعث ملا، گو اچانک وہ الٰہی تنبیہ کو نظر انداز کرنے اور انکار کے باعث غم میں مبتلا ہو گئے۔ مگر قرآن کریم جو مکمل ضابطہ اخلاق ہے وہ حضرت موسیٰ کی کتاب کے مقابل پر اپنے پیروکاروں میں مکمل (حیرت انگیز) تبدیلی پیدا کرسکتا ہے۔

یہودیوں کی ترقی اور زوال کے بیان کا مقصد مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا ہے کہ خدا ان پر اپنے فضل نازل کرے گا اور یہودیوں کی طرح وہ بھی ترقیات کی اعلیٰ منازل طے کریں گے اور خوب مادی ترقی کریں گے۔ مگر دولت، طاقت اور اثر و رسوخ حاصل کر لینے کے بعد وہ خدا کو ہرگز نہ بھولیں۔ پھر چند مزید ضابطہ اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک قوم اعلیٰ روحانی مقام پر فائز ہوسکتی ہے۔ مگر ان قوانین سے فائدہ اٹھانے کی بجائے کفار متکبرانہ انداز میں ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس خوفناک اختتام پر غور نہیں کرتے جس کی طرف ان کا گھمنڈ اور تکبر انہیں لے جا رہا ہے۔

انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ سچائی کو جھٹلانے کے کبھی اچھے نتائج پیدا نہیں ہوتے اور یہ کہ وہ سخت الٰہی سزائیں پائیں گے، خاص طور پر آنے والے دنوں میں جب دنیا حق و باطل میں فرق کرنے والی لڑائی دیکھے گی اور انجام کار شیطانی قوتوں کی سرکوبی ہوگی۔ بعد ازاں اس سورۃ میں کفار کو سخت سرزنش کی گئی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو مٹانے کے درپہ ہیں مگر خدا نے اعلیٰ اور ارفع مقصد ان کے لئے مقدر کر چھوڑا ہے اور ایک عظیم کامیابی ان کے انتظار میں ہے۔ آپ ﷺ کا نام دنیا کے دور دراز کناروں تک پہنچے گا اور قیامت تک عزت سے یاد کیا جائے گا۔ دنیا آپ ﷺ کو انسانیت کے عظیم راہنما اور قرآن کریم کو ایک روحانی تعلیمات کے بحرِ بے کنار کے طور پر جانے گی۔ اس سورۃ کے اختتام پر آنے والے دنوں کے نشانات کا مختصر ذکر کیا گیا ہے جو اس وقت دنیا میں رونما ہوں گی اور یہ بتایا گیا ہے کہ نماز اور خدا سے پختہ تعلق کی وجہ سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مغربی معاشرہ میں اسلامی اقدار کا احیاء

(قسط دوم)

(سیّد شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ)

ایک مصنف ہیں ڈاکٹر گریس کیٹرمین، ایم ڈی، وہ اپنی کتاب You and your childs problems میں لکھتے ہیں کہ:

“A tragic, by-product of fear in the lives of children as early as preadolescence is the interest and involvement in super natural occult phenomena”.

یعنی بچوں کی زندگی میں جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے، اس عمر سے پہلے یا اس دوران میں خوف کی انتہائی مایوس کن حالت جو لاشعوری طور پر پیدا ہو رہی ہے وہ مافوق الفطرت چیزوں میں دلچسپی اور ملوث ہونے کی وجہ سے ہے۔

اب halloween کی وجہ سے جو بعض باتیں پیدا ہو رہی ہیں ان میں یہ باتیں صرف یہاں تک نہیں رکتیں کہ costume پہنے اور گھروں میں مانگنے چلے گئے بلکہ بعض بڑے بچے پھر زبردستی گھر والوں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور دوسری باتوں میں، جرموں میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ اور نتیجۃً پھر جہاں وہ معاشرے کو، ماحول کو ڈسٹرب کر رہے ہوتے ہیں اور نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں وہاں ماں باپ کے لئے بھی دردسر بن جاتے ہیں اور اپنی زندگی بھی برباد کر لیتے ہیں۔ اس لئے میں پھر احمدیوں سے کہتا ہوں کہ ان باتوں سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ احمدی بچوں اور بڑوں کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھائیں۔ جو ہمارا مقصد ہے اس کو پہچانیں۔ وہ باتیں کریں جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مغربی معاشرے کا اثر اتنا اپنے اوپر نہ طاری کریں کہ بُرے بھلے کی تمیز ختم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی ذات کی بڑائی کو بھی بھول جائیں۔ اور مخفی شرک میں مبتلا ہو جائیں اور اس کی وجہ سے پھر ظاہری شرک بھی ہونے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’انسان خدا کی پرستش کا دعویٰ کرتا ہے مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع اور قیام سے ہوسکتی ہے؟ یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستار الٰہی کہلا سکتے ہیں؟ بلکہ پرستش اس سے ہوسکتی ہے جس کو خدا کی محبت اس درجہ پر اپنی طرف کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اٹھ جائے۔ اوّل خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو اور پھر اس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہر وقت سینہ میں موجود ہو اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو۔ اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دنیا اس کی ہستی کے آگے مُردہ متصور ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 562-566)

ویلنٹائن ڈے

یہ دن بھی امریکہ میں بڑی شدّومد کے ساتھ اور اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال قریباً 190 ملین ویلنٹائن ڈے کے کارڈ امریکہ میں بھجوائے جاتے ہیں۔ اور اس سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کا شغل برپا کیا جاتا ہے۔ جو کہ ہر طرح سے غیر اسلامی و غیراخلاقی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 12 جنوری 1889ء کو دس شرائط بیعت کا اشتہار شائع فرمایا تھا اس میں چھٹی شرط یہ بھی تھی۔

’’کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔‘‘

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

سنن ابن ماجہ کتاب المقدمہ باب من احیاء سنۃ قد امیتت میں ایک حدیث ہے:۔

’’حضرت عمروؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میری سنتوں میں سے کسی سنت کو اس طور پر زندہ کرے گا کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو سنت کے زندہ کرنے والے شخص کو بھی عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی اور لوگوں نے اسے اپنا لیا تو اس شخص کو بھی ان پر عمل کرنے والوں کے گناہوں سے حصہ ملے گا اور ان بدعتی لوگوں کے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔‘‘

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

’’تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے جن رسموں کا دین سے کوئی واسطہ نہیں، جو دین سے دور لے جانے والی، اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات اور ارشادات کی تخفیف کرنے والی ہیں، وہ سب مردود رسمیں ہیں، سب فضول ہیں، رد کرنے کے لائق ہیں۔ پس ان سے بچو......‘‘

پھر حضور فرماتے ہیں: ’’آجکل آپ یہاں اس مغربی معاشرہ میں رہ رہے ہیں، یہاں کے بے تحاشا رسم و رواج ہیں، جو آپ کو مذہب سے دور لے جانے والے، اسلام کی خوبصورت تعلیم پر پردہ ڈالنے والے رسم و رواج ہیں، طور طریق ہیں...... ہر احمدی کا اتنا مضبوط کریکٹر ہونا چاہئے، اتنا مضبوط کردار ہونا چاہئے کہ مغربی معاشرہ اس پر اثر انداز نہ ہو...... اس لئے درج ذیل حدیث کو جس میں آنحضرت ﷺ نے بہت فکر کا اظہار فرمایا ہے پیش نظر رکھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ بات جس کے سبب سے میں تمہارے بارہ میں خائف ہوں وہ ایسی خواہشات ہیں جو تمہارے شکموں میں اور تمہاری شرمگاہوں میں پیدا ہو جائیں گی۔ نیز ہوا و ہوس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی گمراہیوں کے بارے میں بھی خائف ہوں۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 423۔ ماخوذ از شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 106-107)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’یہ چند روزہ دنیا تو ہر حال میں گزر جائے گی خواہ تنگی میں گزرے خواہ فراخی میں مگر آخرت کا معاملہ بڑا سخت معاملہ ہے وہ ہمیشہ کا مقام ہے اور اس کا انقطاع نہیں ہے۔ پس اگر اس مقام میں وہ اسی حالت میں گیا کہ خدا تعالیٰ سے اس نے صفائی کر لی تھی اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل پر مستولی تھا اور وہ معصیت سے توبہ کر کے ہر ایک گناہ سے جس کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کر کے پکارا ہے بچتا رہا تو خدا تعالیٰ کا فضل اس کی دستگیری کرے گا اور وہ اس مقام پر ہوگا کہ خدا اس سے راضی ہوگا اور وہ اپنے رب سے راضی ہوگا اور اگر ایسا نہیں کیا بلکہ لاپرواہی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی ہے تو پھر اس کا انجام خطرناک ہے۔‘‘

(شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں صفحہ 117-118)

پس اس شرط بیعت، اور احادیث نبویہ میں نیز حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات جو یورپ وغیرہ کے معاشرہ کے لئے ہیں سب ہی میں اصولی ہدایات بیان ہوگئی ہیں پس ہر ایک ایسی بات یا شغل یا فعل اور کام اور Celebration جس کے پیچھے ہوا و ہوس، بدعت، بداخلاقی، اور شرک ہو اسے ہم نے کسی حالت میں اپنے گھروں میں اور معاشرہ میں پنپنے نہیں دینا کہ یہ غیراسلامی اور غیراخلاقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین

☆...☆(باقی آئندہ)☆...☆

بقیہ

16 جولائی 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	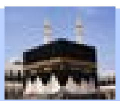	04:22	19:06
مدینہ منورہ	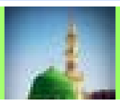	04:14	19:13
قادیان	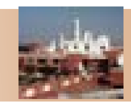	03:58	19:35
ربوہ		03:38	19:14
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:37	21:11